ہزار سے زائد لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یقیناً مصر کی فوجی قیادت کے یہ اقدامات انتہائی مذمت کے قابل ہیں، یہ نہ صرف غیر جمہوری بلکہ غیر اخلاقی اور غیر انسانی بھی ہیں، ملکی آئین کے مطابق فوج کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے تھا اور ہر صورت میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنانا چاہیے تھا لیکن ظاہر ہے ایسا نہیں ہوا۔ مصر کی اس ساری صورتحال میں اخوان حکومت اور اخوانی قیادت اور کارکنان کی مظلومیت کا رونا رویا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کا کوئی فائدہ ہو، اسی طرح یہ بھی بہت آسان ہے کہ مصر کی اخوان حکومت کو ہر اعتبار سے پاک صاف قرار دے کر حکومت سے بے دخل کیے جانے کی اس ناکامی کو یہود و نصاریٰ اور ان کے ایجنٹوں کی سازشوں کے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔

سازشوں کا واویلا کرنا تو ویسے بھی بالخصوص ہمارے ملک کی دینی جماعتوں کا خاص مشغلہ ہے، ہماری تقریباً ہر ناکامی ہی غیروں کی سازشوں کا نتیجہ ہوتی ہے کیونکہ ہم خود تو اتنے باصلاحیت اور مخلص ہیں کہ غلطی کا ارتکاب ہم سے ہو ہی نہیں سکتا۔ مصر کی صورتحال دنیا بھر کی دینی تحریکوں کیلئے سبق آموز ہے۔ کیا محض اقتدار کا حصول دینی تحریکوں کی منزل ہے؟ اگر یہی منزل ہے تو مصر میں منزل حاصل ہو گئی تھی اگر یہ اسلامی انقلاب تھا تو مصر کے مسلمانوں کو اس انقلاب کے ثمرات کس قدر مل سکے؟

مصر میں کس قدر اللہ کی توحید کی سربلندی ہوئی؟ کس قدر اسلامی رہن سہن اور رسم و رواج کی اشاعت ہو سکی؟ مصری معاشرے میں کس حد تک پذیرائی ملی؟ معیشت کو سود سے اور معاشرت کو بے حیائی سے پاک کرنے میں کس حد تک کامیابی ملی؟ بظاہر ان تمام سوالوں کا جواب مایوس کن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زیر بحث اسلامی تحریک کے منہج پر ترجیحات اور طریقہ کار میں ایسا نقص اور کمزوری ضرور تھی جو اسلامی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ بنی۔

اگر اخوان کی اس ناکامی کو غیروں کی سازش کے کھاتے میں ڈالا جائے تو پھر تجزیے کرنے اور اپنے گریبان میں جھانکنے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ غزوہ احد اور غزوہ حنین میں اٹھائے جانے والے نقصانات پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان کی کوتاہیوں کی طرف متوجہ کیا۔ موجودہ حالات میں قرآن وسنت کے مطابق طرز عمل بھی یہی ہے کہ اپنی کوتاہیوں اور نقائص کو جانا جائے اور ان کی اصلاح کر کے اپنی جد وجہد کو طاقتور بنایا جائے، عصر حاضر میں کامیاب اسلامی انقلاب کی مثال شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی تحریک ہے جس سے

ہمیں اسلامی عقائد اور اعمال پر سختی سے عمل نظر آتا ہے جہاں عقیدہ توحید میں کوئی سمجھوتہ نہیں، کوئی مداہنت نہیں۔ جہاں فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر قرآن وسنت پر عمل نظر آتا ہے طالبان ہوں یا اخوان اگر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک کے آئینہ میں اپنی ناکامیوں کا جائزہ لیں تو یقیناً صحیح منہج کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ مصر کی صورتحال سے یہ سبق بھی لیا جانا چاہیے کہ معاشرے کو اسلامی رنگ میں رنگے بغیر تمام سرکاری اداروں میں نفوذ حاصل کیے بغیر اقتدار بھی حاصل ہو جائے تو مستحکم اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔

روس کی سعودی عرب پر چڑھائی کی دھمکی

ایران اور شام کو روس کی ملحد حکومت کی سرپرستی حاصل ہے

روسی صدر ولادی میر پوٹن نے سعودی عرب پر چڑھائی کرنے کی دھمکی دے دی ہے، روسی صدر نے روسی افواج کو شام پر مغربی ممالک کے حملوں کی صورت میں سعودی عرب پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا ہے، اس سلسلے میں روسی افواج کو ارجنٹ میمورنڈم بھی جاری کیا گیا ہے۔ روس کی ملحد حکومت کی گستاخانہ دیدہ دلیری کو ایران اور شام کی سرپرستی حاصل ہے، ایران سعودی عرب کے مقابلے میں روس کے اقدام کی حمایت کرتا ہے، سعودی عرب کو غیر مستحکم کرنے اور عرب ممالک میں شورش برپا کرنے میں ایرانی حکومت اور ایرانی ایجنسیوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ بارہا دفعہ ایرانی جاسوس
سعودی عرب میں جاسوسی کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں سعودی عرب کو دی جانے والی روسی صدر پوٹن کی دھمکی کو ایران اور شامی افواج کی حمایت اور بھرپور تائید حاصل ہے۔ (بشکریہ: پندرہ روزہ ''حدیبیہ'' کراچی)

پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی کو صدمہ ان کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں

مورخہ 26 اگست بروز سوموار پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی ناظم امتحانات وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ نماز جنازہ پروفیسر ثناء اللہ خان نے لاہور میں پڑھائی۔ جہلم سے رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اسلامی درسگاہوں کا نصابِ تعلیم

تحریر: غلام سرور قریشی ریٹائرڈ ٹیچر عباس پورہ جہلم

جدید تعلیم یافتہ طبقہ، اپنی بے خبری یا تنگ نظری کے باعث، اسلامی مدارس کے نصابِ تعلیم پر ہمیشہ اس دلیل پر معترض رہتا ہے کہ اسے پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے والے لوگ صرف ملانے بنتے ہیں جو حرمِ مساجد کے اندر صدا اذانیں دیتے رہتے ہیں۔ نمازیں پڑھاتے رہتے ہیں۔ جمعہ کے خطبے دیتے رہتے ہیں اور عصری تحریکوں اور بین الاقوامی رجحانات سیاسی و علمی سے نابلد ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے مسلم امہ کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ یہ خیال سراسر باطل ہے کیونکہ یہ نصاب جو اصطلاحی طور پر درس نظامی کہلاتا ہے، اس کا 90% قرآن مجید اور صحاحِ ستہ پر مشتمل ہے اور اس کو پڑھ کر اصحابِ رسولؐ نے ہر میدان میں اپنی علمی، سیاسی اور فوجی برتری کے جھنڈے گاڑے تھے۔

قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ سے بڑھ کوئی کتاب فکر انگیز اور انقلاب آفریں نہیں ہے اور ہم یہ بات اس نصابِ اعظم سے اپنے جذباتی تعلق یا مذہبی عقیدت کی بنا پر ہی نہیں کہتے بلکہ تاریخ کے ہزاروں صفحات ہمارے اس دعویٰ کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں۔ یہ جدید تعلیم یافتہ لوگ، سارے کے سارے نہیں، ان میں بعض یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ اسلام کا پورا سسٹم مأذنہ مصلّے اور منبر کے گرد گھومتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عظمت مقابلے کا امتحان پاس کر لینے یا آرمی میں کمیشن لینے میں پنہاں ہے جبکہ اسلام انسانی عظمت کا راز، بارگاہِ قدس میں، انسان کی سجدہ ریزی میں بتاتا ہے اور اسی لئے ہم کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ سے ترتیب پانے والے نصابِ تعلیم پر اعتراض کرنے والوں کو بے خبر یا تنگ نظر کہتے ہیں۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور انسان کی سجدہ ریزی کی بات کی ہے اور اسے انسانی عظمت کا ذریعہ کہا ہے تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا رب، مسلمانوں کو اپنے حضور سجدہ میں ڈال کر بات کو ختم کر دیتا ہے نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اپنے حضور پیشانیاں رگڑنے والوں کو عمر فاروق اعظمؓ، ہارون الرشید، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور اورنگ زیب کی صورت میں کشور کشا امام دوراں اور مقتدائے جہاں بھی کر دیتا ہے جن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تیغ براں تھی۔

خلفائے اسلام نے یہی نصابِ اعظم پڑھ رکھا تھا مگر یہ نہیں ہوا تھا کہ وہ یہ پڑھ کر صرف دو رکعت کے امام

بن کر رہ گئے گو کہ میرے نزدیک یہ امامت بھی سعادتِ دارین ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ پہلے درجہ میں امام مسجد تھے۔ خطیب تھے۔ اس کے بعد جہانگیر ہی نہیں تھے بلکہ جہاں بان بھی تھے۔ جہاں بانی سیاست کی مرہونِ منت ہوتی ہے اور جہانگیری تلوار کی! خلفائے راشدینؓ اور بالخصوص فاروقِ اعظمؓ نے سیاست مدن اور انتظامِ سلطنت کی وہ بنیادیں اٹھائیں جن پر تاریخ عالم ناز کرتی ہے۔ البتہ ہم تارکِ قرآں ہو کر زمانے میں خوار ہوئے تو یہ ہماری نالائقی ہے۔ صحابہؓ نے مقابلے کا امتحان پاس نہیں کیا تھا اور نہ وہ آکسفورڈ کے فارغ التحصیل تھے اس کے باوجود دنیا کی ہر عظمت ان کے قدموں تلے تھی لہٰذا قرآن اور صحاحِ ستہ کے علماء کو عصری تحریکوں اور جدید علمی رجحانات سے بے خبر و نابلد کہنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ یہ کہنے والے اتنے جاہل ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ خود اقوامِ مغرب نے تسلیم کیا ہے کہ ان کی علمی ترقی، علمائے اسلام کی علمی کاوشوں کی مرہون ہے۔

دمشق، بغداد، قرطبہ و غرناطہ کی یونیورسٹیز میں ایک طرف ہندوستان سے اور دوسری طرف برطانیہ اور جرمنی سے طالب علم اپنی علمی و روحانی تشنگی فرو کرنے آتے۔ یہ یہی قرآن و حدیث خواں تھے جنہوں نے یونانی علوم کے عربی میں ترجمے کیے اور پھر ان پر اپنے بیش بہا اضافے کیے اور انہیں یورپ میں منتقل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ جہالت کی ظلمتوں میں بھٹک رہا تھا۔ لیڈز اور آکسفورڈ کی جامعات عالم خیال میں بھی نہ تھیں۔

علمائے اسلام نے ہمیشہ امت کی بھرپور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ سلطانِ جابر کے سامنے کلمہ حق کہہ کر جہادِ اکبر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ محراب و منبر سے اٹھنے والی صدائے حق سے اقتدار کے ایوانوں میں کھلبلی مچ جاتی رہی اور اپنے وقت کے باجبروت بادشاہوں نے ان بہادر علماء و آئمہ کی، چمڑی، دُرّوں سے ادھیڑ کر رکھ دی تو کیا انہوں نے استبداد کے خلاف امت کی ٹھیک رہنمائی کی تھی یا نہیں؟ افغانستان میں پہلے روسی اور اب امریکی جارحیت کے خلاف علمائے اسلام کے سوا کون سینہ سپر ہے۔ مصر میں ناصر سے لے کر آج تک استبدادی حکمرانوں کے خلاف علمائے اسلام کے سوا کون معرکہ آراء تھے خود پاکستان میں قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے کی تحریکیں علمائے اسلام کے سوا کس نے چلائیں اور انہیں کامیابی کی منزل تک کس نے پہنچایا۔

ایوب خان کی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف کون میدان میں اترا تھا؟ بھٹو کی انتخابی بددیانتی کے خلاف مولویوں کے سوا کون سڑکوں پر آیا اور جیلوں میں گیا۔ ان ناقابل تردید واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ درس نظامی پڑھے ہوئے لوگ صرف ملانے ہوتے ہیں اور وہ امت کی رہنمائی سے قاصر ہیں۔ علمائے اسلام پر ملاں ملانے کی پھبتی کسنے والے بتائیں کہ ان کے کان میں اذان کس نے دی تھی۔ ان کا نکاح کس نے پڑھا تھا۔ ان کے مُردوں پر نماز جنازہ